احمدی نوجوانوں کیلئے

ماہنامہ **خالد** ربوہ

جنوری ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

عالمگیر جماعتِ احمدیہ کے امام۔ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

احمدی نوجوانوں کے لئے

جنوری 1995ء
صلح 1374ہش

جلد 42 شمارہ 3 قیمت 5 روپے سالانہ 50 روپے

ایڈیٹر سید مبشر احمد ایاز

پبلشر: مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دارالصدر جنوبی ربوہ

اس شمارے میں

اداریہ صفحہ ۲
شمع قرآن صفحہ ۳
حدیث النبیؐ صفحہ ۴
کلام الامام صفحہ ۵
مشعل راہ صفحہ ۶
سیرت النبیؐ کا ایک ورق صفحہ ۷
خدام الاحمدیہ کا مقصد صفحہ ۹
سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۱
مولوی عبدالجبار اور بوڑھا زمیندار صفحہ ۱۳
عالمی شہرت یافتہ سائنسدان صفحہ ۱۵
تطہیر بائبل صفحہ ۲۱
خالد کا سفر صفحہ ۲۵
تبصرہ و تعارف کتب صفحہ ۳۱
آل ربوہ صنعتی نمائش صفحہ ۳۳
اخبار مجالس صفحہ ۳۵

اداریہ

مبارک اور خوش قسمت لوگ

عزیز قارئین! آپ کو نیا سال مبارک ہو۔

ہر سال جب نئے سال کی آمد کے موقعہ پر آپ سے مخاطب ہونا پڑتا ہے تو اس کی مناسبت سے موضوع ایک ہی ہوتا ہے کہ گذرے ہوئے سال کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے، نئے سال کا استقبال کیسے کرنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ اور اصل بات تو یہ ہے کہ جب سالوں پر سال گزرتے چلے جاتے ہیں تو انسان کو جس چیز کا غم ہوتا ہے وہ یہ کہ اتنی عمر گزر گئی اور ابھی کچھ بھی نہیں کیا...... اور پھر وہ دنیا کمانے کے چکروں میں پڑ جاتا ہے اور یہ سارے ہم و غم، محنت و مشقت انسان اس لئے کرتا ہے کہ دنیا میں اسکا نام رہے۔ حالانکہ یہ کوئی مناسب طریق تو نہیں اور نہ ہی دنیا میں نام رہنے کی کوئی ضمانت۔ اصل تو یہ ہے کہ خدا کے دفتر میں نام رہے اور اسکے دفتر میں رہا ہوا نام دائمی ہوا کرتا ہے، آکاش کے ستاروں کی طرح ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک کیلئے، چمکتا دمکتا نام۔

تو آئیں آج آپ کو وہ طریق بتاتے ہیں کہ جس پر چل کر آپ کا نام دوام حاصل کر لے اور یہی آپ کے لئے نئے سال کا تحفہ ہوگا۔ حضرت مصلح موعود...... اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:۔

''سچائی کو اپنا معیار قرار دو...... جب تم سچائی پر قائم ہو جاؤ گے، جب تم نمازوں میں باقاعدگی اختیار کر لوگے، جب تم دین کی خدمت کے لئے رات دن مشغول رہو گے تب جان لینا کہ اب تمہارا ہر قدم ایسے مقام پر ہے جس کے بعد کوئی گمراہی نہیں۔........ اگر تم یہ کام کرو تو گو دنیا میں تمہارا نام کوئی جانے یا نہ جانے (اور اس دنیا کی حقیقت ہے ہی کیا۔ چند سال کی زندگی ہے اور بس) مگر خدا تمہارا نام جانے گا اور جس کا نام خدا جانتا ہو، اس سے زیادہ مبارک اور خوش قسمت اور کوئی نہیں ہو سکتا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۳۸ء الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء)

پس آج سے کوشش کریں کہ آپ بھی ان خوش قسمت اور مبارک لوگوں میں شامل ہو جائیں جن کے بارے میں ساری دنیا یہ جان لے کہ:۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

شمعِ قرآن

نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ ۝

غیر اللہ کی محبّت کی آگ

جو انسانی دِل کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

''میں نے بعض آدمیوں کو دیکھا اور اکثروں کے حالات پڑھے ہیں جو دنیا میں مال و دولت اور دنیا کی جھوٹی لذتیں اور ہر ایک قسم کی نعمتیں اولاد احفاد رکھتے تھے جب مرنے لگے اور ان کو اس دنیا کے چھوڑ جانے اور ساتھ ہی ان اشیاء سے الگ ہونے اور دوسرے عالم میں جانے کا علم ہوا تو ان پر حسرتوں اور بے جا آرزوؤں کی آگ بھڑکی اور سرد آہیں مارنے لگے۔ پس یہ بھی ایک قسم کا جہنم ہے جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں دے سکتا بلکہ اس کو گھبراہٹ اور بیقراری کے عالم میں ڈال دیتا ہے۔ اس لئے یہ امر بھی میرے دوستوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیئے کہ اکثر اوقات انسان اہل و عیال اور اموال کی محبت ہاں ناجائز اور بے جا محبت میں ایسا محو ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات اسی محبت کے جوش اور نشہ میں ایسے ناجائز کام کر گزرتا ہے جو اس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا کر دیتے ہیں اور اس کے لئے ایک دوزخ تیار کر دیتے ہیں۔ اس کو اس بات کا علم نہیں ہوتا جب وہ ان سب سے یکایک علیحدہ کیا جاتا ہے۔ اس گھڑی کی اسے خبر نہیں ہوتی تب وہ ایک سخت بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ کسی چیز سے جب محبت ہو تو اس سے جدائی اور علیحدگی پر ایک رنج اور دردناک غم پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ اب منقولی ہی نہیں بلکہ معقولی رنگ رکھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ

پس یہ وہی غیر اللہ کی محبت کی آگ ہے جو انسانی دل کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور ایک حیرت ناک عذاب اور درد میں مبتلا کر دیتی ہے''۔

(تفسیر فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ۸ صفحہ ۴۸۴)

حدیث النبیؐ

سات خوش نصیب انسان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَ شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَ رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَ تَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَ رَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَ رَجُلٌ ذَکَرَاللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ.

(مسلم کتاب الزکوٰة باب اِخْفَاءُ الصَّدَقَةِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا اس دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا۔ اول امام عادل، دوسرے وہ نوجوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے جوانی بسر کی۔ تیسرے وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ چوتھے وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اسی پر وہ متحد ہوئے اور اسی کی خاطر وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔ پانچویں وہ پاک مرد جس کو خوبصورت اور بااقتدار عورت نے بدی کے لئے بلایا لیکن اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹے وہ سخی جس نے اس طرح پوشیدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔ ساتویں وہ مخلص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی محبت اور خشیت سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

کلام الامام امام الکلام

مُتّقی کون ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں، وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے، ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے، ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وارثت سے تو عزت نہیں پائی۔ گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ مشرک نہ تھے لیکن اس نے نبوت تو نہیں دی یہ تو فضل الٰہیٰ تھا ان صِدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے۔ یہی فضل کے محرک تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابوالانبیاء تھے انہوں نے اپنے صدق و تقویٰ سے بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی صدق ووفا دیکھئے آپ نے ہر ایک بد تحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پروا نہ کی۔ یہی صِدق ووفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. (الاحزاب)

اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۳-۲۴ طبع جدید)

مشعلِ راہ

احمدی خادم کے اوصاف

حضرت مصلح موعود بانیٔ مجلس خدام الاحمدیہ، خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح وہ خدمت خلق کے کام کریں اور خدمت خلق کے کام میں یہ ضروری نہیں کہ مسلمان غریبوں اور مسکینوں اور بیواؤں کی خبر گیری کی جائے بلکہ اگر ایک ہندو یا سکھ یا عیسائی یا کسی اور مذہب کا پیرو کسی دکھ میں مبتلا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کے دکھ کو دور کرنے میں حصہ لو۔ کھیلیں، جلسے ہوں تو اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کرو...... مجلس خدام الاحمدیہ کے ارکان اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنی زندگی کو کارآمد بنائیں گے اور سلسلہ کے درد کو اپنا درد سمجھیں گے۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں جو بھی شامل ہو وہ اقرار کرے کہ میں آئندہ یہی سمجھوں گا کہ احمدیت کا ستون میں ہوں اور اگر میں ذرہ بھی ہلا اور میرے قدم ڈگمگائے تو میں یہ سمجھوں گا کہ احمدیت پر زد آ گئی...... اگر تم بھی یہ سمجھنے لگو کہ ہمارے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے اور اسلام اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو نہیں بلکہ ایک ہی ہیں تو تم بھی ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم ہو جاؤ اور تم بھی ہر وہ تیر جو اسلام کی طرف پھینکا جاتا ہے اپنے ہاتھوں اور سینوں پر لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پس یہ مت خیال کرو کہ تمہارے ممبر کم ہیں یا تم کمزور ہو بلکہ تم یہ سمجھو کہ ہم جو خادم احمدیت ہیں ہمارے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے۔ تب بے شک تم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی طاقت ملے گی جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا پس تم اپنے عمل سے اپنے آپ کو مفید وجود بناؤ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرو۔ نہ صرف اپنے مذہب کے غریبوں اور مسکینوں کی بلکہ ہر قوم کے غریبوں اور بے کسوں کی تا دنیا کو معلوم ہو کہ احمدی اخلاق کے کتنے بلند ہوتے ہیں"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۳۸ء بحوالہ الفضل ۱۰۔ اپریل ۱۹۳۸ء)

سیرت النبیؐ کا ایک ورق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر و رضا
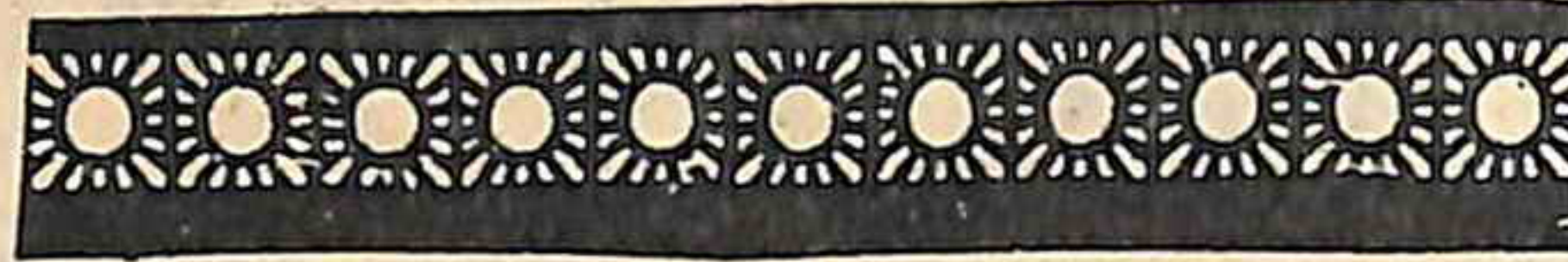
ایک صحابیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ مصیبت کس پر آئی ہے؟"۔ فرمایا کہ "پیغمبروں پر پھر اسی طرح درجہ بدرجہ لوگوں پر"۔ (سنن ابن ماجہ)

اور واقعات بھی اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں کہ دنیا کے شدائد اور مصائب سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی پیدا نہ ہوئے تھے کہ والد ماجد نے انتقال کیا، بچپن میں ہی ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس کے دو ماہ بعد دادا نے جن کی نگاہ لطف زخم یتیمی کا مرہم تھی، وفات پائی، نبوت کے بعد ابو طالب کی مفارقت جو قریش کے ظلم و ستم کے ایک رنگ میں سپر تھے، ام المومنین خدیجہ الکبریٰؓ جو اس ہجوم مصائب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تنہا مونس و غمخوار تھیں موت نے ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے علیحدہ کر دیا۔ پھر انسان کو اولاد سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے جس کی مفارقت کا زخم تمام عمر مندمل نہیں ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد (حسب اختلاف روایت) گیارہ کے قریب تھی جنہوں نے کمسنی یا جوانی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہوں کے سامنے جان دی۔ ان واقعات پر اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہوئیں لیکن زبان و دل پر ہمیشہ صبر و رضا کی مہر لگی رہی، اور کبھی کوئی کلمہ زبان مبارک سے ایسا نہیں نکلا جس سے قضا و قدر کی شکایت کا پہلو نکلتا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے وفات پائی تو تجہیز و تکفین کے متعلق آپ نے خود ہدایات دیں، جنازہ قبر کے سامنے رکھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن زبان مبارک سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ حضرت زیدؓ جن سے محبت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں منہ بولا بیٹا بنایا تھا (اس کی حرمت سے قبل) اور حضرت جعفرؓ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت محبوب تھے، غزوہ موتہ میں ان کی شہادت کی خبر آئی تو چشم مبارک اشک آلود ہو گئی۔ لیکن اسی اثناء میں حضرت جعفرؓ

کے گھر سے نوحہ کی آواز آئی تو آپ ﷺ نے منع کروا دیا۔ آپ ﷺ کا ایک نواسہ جس سے آپ ﷺ کو بہت محبت تھی مبتلائے نزع ہوا تو آپ ﷺ کی صاحبزادی نے بلا بھیجا لیکن آپ ﷺ نے اس کے جواب میں سلام کے بعد یہ پیغام بھیجا:-

"اللہ نے جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو دیا وہ بھی اسی کا ہے اس کا ہر کام وقت مقررہ پر ہوتا ہے۔ صبر کرو اور اس سے خیر طلب کرو"۔

بیٹی نے دوبارہ بہ اصرار بلایا۔ آپ ﷺ چند صحابہؓ کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے، بچہ آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا۔ وہ آخری سانس لے رہا تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ فرمایا جذبۂ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھا ہے خدا اپنے بندوں میں سے رحمدلوں پر ہی رحم کرتا ہے۔

آپ ﷺ کے ایک اور صاحبزادے ابراہیمؓ کی وفات کے وقت جب آپ ﷺ کی آنکھوں سے اشکِ محبت جاری ہوئے تو عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا "رحمت و شفقت ہے" پھر فرمایا:-

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاہِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

آنکھ اشکبار ہے اور دل غمگین ہے۔ لیکن ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی مرضی ہے۔ اے ابراہیم! ہم تیرے فراق پر غمگین ہیں۔

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

نتائج مقابلہ مقالہ نویسی خدام الاحمدیہ پاکستان ۹۳-۱۹۹۴ء

بعنوان "کسوف و خسوف کا نشان"

اوّل:- مسعود ناصر صاحب علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

دوم:- عمران ارشد صاحب دارالذکر لاہور

سوم:- حامد مقصود عاطف صاحب دارالعلوم غربی ربوہ

اللہ تعالیٰ یہ اعزازان کے لئے مبارک فرمائے۔

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

خدّام الاحمدیّہ کا مقصد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک پیغام

(مطبوعہ "خالد" جنوری ۱۹۵۶ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

"جب خدمت کا وقت آئے تو چاہیئے کہ سب سے پہلے آگے بڑھنے والے تمہی ہو........ خدا ہمارے ملک کو عذابوں سے بچائے لیکن اگر کبھی کوئی وقت آئے تو خدمت کے لئے سب سے پہلے آگے آؤ اور اس طور پر خدمت بجالاؤ کہ سب کے دل گواہی دیں کہ تم ہی وہ ستون ہو کہ جن پر قوم و ملت کی عمارت قائم ہے۔ دکھ اور مصیبت کے وقت میں اس طرح کام آنے سے لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت گھر کرلے گی اور وہ تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ پس خدمت کرو اور کرتے چلے جاؤ۔ تم خدام الاحمدیہ ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم احمدیوں کے خادم ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ تم احمدی خادم ہو۔ "سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ" کے تحت تم یقیناً عزت پاؤ گے اور ہر شخص تمہیں قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اپنے اس مقام کو یاد رکھو اور مخلوق خدا کی خدمت میں ہر آن کوشاں رہو۔ تمہارے ذریعہ سے ہر امیر اور ہر غریب آرام پائے اور فائدہ اٹھائے۔ امیر بھی اللہ کے بندے ہیں اور غریب بھی اسی کی مخلوق ہیں۔ مشکلات اور مصائب امیروں کو بھی آسکتے ہیں اور غریب

بھی ان سے دوچار ہوتے ہیں۔ جہاں تک خدمت کا تعلق ہے احمدیت امیر اور غریب میں کوئی فرق نہیں کرتی۔ بالشویک اور کمیونسٹ وغیرہ صرف غریبوں کی مدد کا دم بھرتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی لوگ ایسے ہوں گے جو صرف غریبوں کے مصائب کو مصائب سمجھیں گے اور امیروں کا دکھ انہیں نظر نہ آئے گا لیکن خدمت کرتے وقت تم نے کوئی تفریق نہیں کرنی۔ تم خدمت کو اپنا مطمح نظر بناؤ اور بے لوث طریق پر خدمت کرتے چلے جاؤ اور اس رنگ اور اس طریق پر خدمت کا فریضہ بجالاؤ کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ قوم کی نجات تمہارے ساتھ وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سچے طور پر تمہیں خدام احمدیہ بننے کی توفیق دے۔ خدام الاحمدیہ کا مقصد ہی ہے کہ احمدیوں میں سے خدمت کرنے والا گروہ۔ اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم صرف احمدیوں کی خدمت کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ احمدیوں کے معیار اور اسٹینڈرڈ کی خدمت کرو...... جب تم اس جذبے کے ساتھ خدمت خلق کے کام کو جاری رکھو گے تو تمہارا وجود ملک کے لئے ضروری وجود بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے افضال تم پر نازل ہوں گے اور اس کی جناب سے تم عزت دیئے جاؤ گے۔ پس صحیح معنوں میں خدا پر توکل کرو۔ دعاؤں پر زور دو اور احمدی معیار کے مطابق خدمت بجالانے کو اپنا شعار بناؤ"۔ (بحوالہ ماہنامہ "خالد"۔ جنوری ۱۹۵۶ء)

ہفتہ تعلیم

مورخہ ۷ تا ۱۳ جنوری ۱۹۹۵ء کو ہفتہ تعلیم و تربیت منایا جائے گا۔ اس ہفتہ کے دوران شعبہ تعلیم کے ضمن میں خصوصیت سے قرآن کریم سیکھنے پر زور دیا جائے۔ صحت تلفظ اور باترجمہ سکھانے کے لئے مستقل کلاسیں جاری کی جائیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب کے مطالعہ کا پروگرام بنایا جائے اور علمی مقابلے منعقد کئے جائیں۔

مجلس انصار سلطان القلم اور بزم حسن بیان کے تحت اجلاس کئے جائیں جن میں خدام اپنی علمی ادبی صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں۔ ہفتہ کی رپورٹ مقررہ فارم پر مرکز میں روانہ کی جائے۔

(مہتمم تعلیم خدام الاحمدیہ پاکستان)

سیرت مسیح موعود....

حضرت مسیح موعود کا خدّام سے عفوو درگذر

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رقم فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادموں میں سے ایک محمد اکبر خان صاحب سنوری ہیں۔ جو مدت سے دارالامان میں ہجرت کر کے آگئے اور اب یہاں رہتے ہیں۔ وہ حضرت اقدس کے عملی طور پر خادم تھے اور خدام کو اپنے مالک و آقا کے حضور متعدد مرتبہ پیش ہونے کا بھی موقع ملتا ہے اور اس کی زندگی میں بہت سے ایسے واقعات آتے ہیں جب کہ اس سے کسی فرض کی ادائیگی یا تکمیل میں کوئی نقص اور کمی پیدا ہو اور اس کے کسی فعل سے مالک کے مال یا آرام پر اثر پڑے اور وہی وقت اس کے اخلاق کے ظہور اور اندازہ کا ہوتا ہے۔ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وطن چھوڑ کر قادیان آگئے تو ہم کو حضرت اقدس نے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ حضرت اقدس کا قاعدہ تھا کہ رات عموماً موم بتی جلایا کرتے تھے اور بہت سی موم بتیاں اکٹھی روشن کر دیا کرتے تھے۔ جن دنوں میں میں آیا میری لڑکی بہت چھوٹی تھی۔ ایک دفعہ حضرت اقدس کے کمرے میں بتی جلا کر رکھ آئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بتی گر پڑی اور تمام مسودات جل گئے علاوہ ازیں اور بھی چیزوں کا نقصان ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب معلوم ہوا کہ حضرت اقدس کے کئی مسودات ضائع ہوگئے ہیں تو تمام گھر میں گھبراہٹ، میری بیوی اور لڑکی کو سخت پریشانی، کیونکہ حضرت اقدس کتابوں کے مسودات بڑی احتیاط سے رکھا کرتے تھے۔ لیکن جب حضرت صاحب کو معلوم ہوا تو حضرت صاحب نے اس واقعہ کو یہ کہہ کر رفت گذشت کر دیا کہ خدا کا بہت ہی شکر ادا کرنا چاہیئے کہ کوئی اس سے زیادہ نقصان نہیں ہوگیا"۔

اسی طرح پر خان صاحب اکبر خان صاحب نے بتایا کہ:۔

"(بیت) مبارک کی اوپر کی چھت پر سے حضرت اقدس کے مکان پر جانے کے لئے پہلے بھی اسی طرح کا ایک راستہ ہوتا تھا جیسا کہ اب ہے اور

اس میں نیچے اترنے کے لئے ایک دیار کی سیڑھی لگی ہوئی تھی۔

ایک دفعہ میں لالٹین اٹھا کر حضرت اقدس کو راستہ دکھانے لگا۔ اتفاق سے لالٹین ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ لکڑی پر تیل پڑا اوپر سے نیچے تک آگ لگ گئی۔ میں بہت پریشان ہوا۔ بعض لوگ بھی کچھ بولنے لگے لیکن حضرت اقدس نے فرمایا خیر! ایسے واقعات ہو ہی جاتے ہیں مکان بچ گیا"۔

ان واقعات میں ایک سبق یہ بھی ہے کہ ایسے موقع پر انسان کس طرح پر اپنے غیظ و غضب کے جذبات کو دبا سکتا ہے اور اس کی یہی صورت ہے کہ اس نقصان عظیم کا خیال کرے جس کے ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا، بہر حال آپ نے دونوں موقعوں پر درگذر سے کام لیا اور نہ تو خان صاحب کو کچھ کہا اور نہ ان کی صاحب زادی کو۔

یہ واقعات آپ کی سیرت کے ایک اور پہلو پر بھی روشنی ڈالتے ہیں کہ کیسا قلب مطمئن آپ کے سینہ میں تھا اور کوئی گھبراہٹ اور اضطراب آپ کو آ ہی نہیں سکتی تھی۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔)

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود... کی فضیلت

حضرت خلیفہ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

"احمدیت سمجھ آتے ہی حضرت مسیح موعود... کی کتب جو اردو میں ہیں پڑھنی شروع کردو، اگر تم انہیں غور سے پڑھو تو تھوڑے دنوں میں ہی ایسے مبلغ بن جاؤ گے کہ بڑے بڑے عالم بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے...... وہ دن دور نہیں جب حضرت مسیح موعود... کا یہ الہام پورا ہوگا کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"...... اور وہ حضرت مسیح موعود.... کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے لیکن وہ حضرت مسیح موعود.... کے کپڑوں سے اس وقت برکت ڈھونڈیں گے جب تم آپ کی کتابوں سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ۔ جب تم حضرت مسیح موعود... کی کتب سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ ایسے بادشاہ پیدا کردے گا جو آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

(بحوالہ "خالد" مئی ۵۶ء صفحہ ۶۰)

حضرت

مولوی عبدالجبار غزنوی اور ایک بوڑھا زمیندار

(مکرم اصغر علی بھٹی صاحب۔ مانسہرہ)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اپنی لائف ہسٹری (LIFE HISTORY) میں اپنے احمدی ہونے سے پہلے کے حالات درج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''۱۸۹۱ء سے لے کر ۱۸۹۳ء تک مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مَیں نے اپنی تعلیم مکمل کی اور ۱۸۹۳ء میں ہی میں مدرسہ عربی شہر مندرا ریاست ''کچھ بھوج'' میں اول مدرس عربی متعین ہوا۔ اس وقت میری عمر ۲۰ سال تھی۔ وہاں کا ایک واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رمضان شریف میں جو کسوف ہوا تھا مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا ان تاریخوں میں جو سورج اور چاند کو گرہن ہوا ہے یہ حضرت امام مہدی.. کے ظہور کی علامت ہے؟ اس نشان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔ میں چونکہ اس وقت غیر احمدی تھا میں نے ان کو جواب دیا کہ یہ علامت حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی ہے۔ یوں سمجھو کہ امام مہدی پیدا ہو چکا ہے لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود.... کی طرف میری توجہ ہوگئی۔ (صفحہ ۸)

چونکہ آپ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے کچھ کچھ قائل ہو چکے تھے اور مشہور تھا کہ یہ بھی احمدی ہو جائے گا۔ انہی دنوں آپ اپنے ننھیال کے پاس قصبہ مرالی والا ضلع گوجرانوالہ آئے تو انہوں نے آپ کو سمجھانے کے لئے اہل حدیث مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو امرتسر سے منگوالیا۔ اس واقعہ کا حال آپ یوں درج کرتے ہیں:۔

''انہی دنوں کا عجیب واقعہ ہے کہ جب مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی مجھے احمدیت سے روکنے کے لئے مرالی والا میں مقیم تھے۔ دو شخص جو باپ بیٹا تھے آئے اور مولوی عبدالجبار سے پوچھنے لگے کہ یہ جو خبر مشہور ہے کہ مہدی کے وقت چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان شریف میں ہوگا کیا یہ حدیث صحیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی ہے۔

اس کے جواب میں مولوی صاحب کہنے لگے

کہ ہاں یہ بالکل صحیح حدیث ہے۔ اس پر ان دونوں میں سے بوڑھے نے جو دوسرے نوجوان کا باپ تھا کہا آؤ بیٹا واپس چلیں۔ ہم نے جو کچھ دریافت کرنا تھا کرلیا۔ اس پر مولوی صاحب انہیں بلا کر کہنے لگے دیکھو بھئی! کہیں تم مرزا کے پھندے میں پھنس نہ جانا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ میری صداقت کا نشان ہے۔ قرآن کریم میں اس نشان کا ذکر نہیں ہے اور اگر اسے مان بھی لیں تو مہدی کی پیدائش کی علامت ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی پیدا ہوچکا ہے۔ یہ بات سن کر بوڑھا کہنے لگا مولوی صاحب میں نے جو کچھ آپ سے پوچھنا تھا وہ آپ نے بتادیا کہ واقعی اس نشان کا ذکر اور اس پیشگوئی کا بیان حدیث شریف میں آیا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ یہ نشان مرزا صاحب کی صداقت دعویٰ کا ثبوت ہے یا نہیں یا امام مہدی کی پیدائش کی علامت ہے یا نہیں اس کے متعلق عرض ہے کہ میں ہمیشہ زمینوں پر کام کرتا رہا ہوں اور اس دوران میں کئی مقدمے بھی درپیش آئے۔ میں دعویٰ کرتا تھا اور مدعا علیہ انکار کر دیتا تھا اور اس پر مجھے گواہ پیش کرنے پڑتے تھے۔ ایسا ہی ان دو گواہوں یعنی رمضان شریف کی مقررہ تاریخوں تیرھویں اور اٹھائیسویں میں چاند گرہن اور سورج گرہن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی اور خبر غیب کے مطابق ثابت کر دیا کہ دنیا میں کوئی مدعی مہدویت موجود ہے جس کا انکار کیا جارہا ہے اور اس کی صداقت دعویٰ پر اللہ تعالیٰ نے تیرہ سو سال کی پیشگوئی کے مطابق آسمان پر دو عظیم الشان گواہ پیش کئے ہیں۔ اس عجیب واقعہ کے بعد مجھے احمدیت کی طرف اور زیادہ توجہ ہوگئی۔ الحمدللہ۔" (صفحہ ۱۱۔ ۲۲۔ حیات بقاپوری حصہ اول)

مستقل معلمین وقف جدید کی کلاسیں

وقف جدید کے تحت ۱۵ جنوری ۹۵ء سے مستقل معلمین کی کلاس شروع کی جارہی ہے۔ ایسے مخلص اور دینی خدمت کا جذبہ رکھنے والے میٹرک پاس نوجوان جو بطور معلم وقف جدید اپنی زندگی وقف کرنے کے خواہشمند ہوں وہ مندرجہ ذیل کوائف کے ساتھ اپنی درخواستیں مقامی جماعت کے صدر کی تصدیق سے ۳۱ دسمبر ۹۴ء تک ناظم ارشاد وقف جدید کے نام ارسال فرمادیں۔

نام...... ولدیت...... سکونت...... تعلیم...... عمر...... بیعت...... دینی تعلیم......

(ناظم ارشاد وقف جدید)

"جلاوطن" ——— عالمی شہرت یافتہ احمدی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب

چند سال پہلے کی بات ہے اٹلی کے شہر ٹریسٹ میں واقع بین الاقوامی مرکز برائے نظری طبیعات میں ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی جو ڈاکٹر عبدالسلام کی امپیریل کالج (لندن) سے ریٹائرمنٹ کے سلسلے میں منعقد کی تھی۔ وہ تقریب ان لوگوں کے لئے حقیقی ضیافت کا باعث بنی جو علم و فنون کے دلدادہ تھے۔ تقریب نہایت خوبصورت و دلفریب ماحول میں منعقد کی گئی تھی۔ اس میں دنیا کے ممتاز ترین ماہرین طبیعات (جن میں تین نوبل لارئیٹ بھی شامل تھے) بھی شریک تھے جو کائنات کی ابتدا کے بارے میں اپنے اپنے نظریات پیش کر رہے تھے۔ کہیں سائنسدانوں کی ٹولیاں یہ بحث کرنے میں مصروف تھیں کہ بگ بینگ کے عظیم دھماکے کے وقت کائناتی مادہ کس حالت میں موجود تھا اور کہیں کنڈیکٹر اور کوارک جیسے عظیم طبیعاتی مسائل پر سائنس دان ایک دوسرے سے عالمانہ انداز میں دست و گریباں تھے۔

دنیائے سائنس نے یہ جشن دراصل ڈاکٹر سلام کے کارناموں کو سراہنے کے لئے منعقد کیا تھا۔ دور جدید میں جتنی بھی جدید سائنسی تبدیلیاں ظہور پذیر ہوئی ہیں ان میں پاکستان کے اس ذہین و متین شخص کا بہت بڑا حصہ ہے جو آنے والی تبدیلیوں پر بھی اثر انداز ہوگا۔

ڈاکٹر سلام کی پوری زندگی دو آرزوؤں کے گرد گھومتی چلی آ رہی ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ طبیعاتی ریاضی کے اوزاروں کی مدد سے نظریاتی طبیعات کو جاننے کے خواہش مند ہیں اور دوسرے وہ سائنس کے ذریعے پاکستان کو ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتے ہیں جو ان کی سب سے شدید خواہش ہے۔ سلام کی پہلی آرزو ان کے لئے شہرت، ناموری اور اثر رسوخ کا پیغام لائی۔ جھنگ سے تعلق رکھنے والے اس غیر معمولی نوجوان نے ۱۹۴۹ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے صرف ایک سال کے مختصر عرصے میں طبیعات کی فرسٹ کلاس ڈگری حاصل کی۔ ڈگری حاصل کرنے کے فوراً بعد یعنی ۱۹۵۰ء میں اس نوجوان نے RENORMALISATION نظریے میں پیدا ہونے والے ایک اہم مسئلے کو حل کیا تو اس کی شہرت آناً فاناً دنیائے سائنس میں پھیل گئی۔ ۱۹۵۱ء میں سلام پاکستان لوٹ آئے اور

گورنمنٹ کالج لاہور میں بحیثیت پروفیسرِ طبیعات کام کرنے لگے۔ لیکن جلد ہی انہیں یہ دیکھ کر شدید مایوسی ہوئی کہ یہاں تحقیق پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی بلکہ تحقیق کرنے والوں کو ہر ممکن طریقے سے تنگ کیا جاتا ہے۔ یوں ایک بار پھر سلام ۱۹۵۱ء میں کسی کو اطلاع دیئے بغیر برطانیہ سدھار گئے۔

۱۹۶۰ء کے عشرے تک سلام کا شمار دنیا کے بڑے بڑے طبیعات دانوں میں ہونے لگا تھا۔ لیکن سلام فطری طور پر سائنسی ذہن کے ساتھ ساتھ سیاسی ذہن بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے مغربی ممالک میں اپنے بڑھتے ہوئے اثرورسوخ کے ذریعے نہایت کمال مہارت کے ساتھ اپنے امریکی و یورپی دوستوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایک ایسا مرکز بنانے میں ان کی ہر ممکن مدد کریں جہاں تیسری دنیا کے سائنس دانوں کو جدید طبیعات کے نظریوں سے آگاہ کیا جاسکے۔ دراصل ایسے مرکز کی تعمیر ان کا دیرینہ خواب تھی۔ سلام کے زرخیز ذہن میں ابھی تک گورنمنٹ کالج (لاہور) کی تلخ یادیں محفوظ تھیں۔ اسی لئے سلام تیسری دنیا کے سائنس دانوں کے لئے ایک ایسی جگہ کا قیام چاہتے تھے جہاں وہ مغربی دنیا کی جدید ترین سائنس کا بہ احسن وخوبی مطالعہ کرسکیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ تیسری دنیا کے نوجوان سائنس دانوں کو ویسی ہی سنگین صورت حال کا سامنا کرنا پڑے جیسے کہ انہیں کرنا پڑا تھا۔

۱۹۶۴ء میں سلام کی کوششیں رنگ لائیں اور وہ بین الاقوامی ایٹمی انرجی کمیشن کے تعاون سے ٹریسٹ (اٹلی) میں بین الاقوامی مرکز برائے نظری طبیعات قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن یہاں قدرتاً یہ سوال جنم لیتا ہے کہ اٹلی ہی میں کیوں، پاکستان میں کیوں نہیں؟ تو جناب اس سوال کا آسان سا جواب یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے اس منصوبے میں ذرہ برابر دلچسپی نہیں لی جب کہ حکومت اٹلی نے نہ صرف اپنے ملک میں اس مرکز کے لئے جگہ فراہم کی بلکہ اس کی تعمیر کے لئے بھی لاکھوں روپے کی امداد دی۔ آج سلام کا یہ مرکز برائے نظری طبیعات پھولوں کی طرح پھیلی ہوئی عمارتوں کے ایک عظیم الشان کمپلیکس کا روپ دھار چکا ہے۔ اس مرکز میں تیسری دنیا کے تقریباً پچاس ممالک سے تعلق رکھنے والے سائنس دان طبیعات کی جدید ترین تحقیق میں مصروف عمل ہیں۔ ان ممالک میں پاکستان کا نام بھی شامل ہے جہاں سینکڑوں سائنس دان اس مرکز میں تحقیق کرچکے ہیں۔

موجودہ دور میں ایک انسان کے لئے انتظامی امور اور تحقیقی امور کو ایک ساتھ لے کر چلنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن پچھلے چالیس برسوں سے سلام نے نہ صرف مرکز کے انتظامی امور کو کامیابی کے ساتھ چلایا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر اپنی تحقیق

کے ذریعے بھی بیسیوں اعزازات و انعامات حاصل کئے ہیں۔ ان میں ۱۹۷۹ء کا نوبل انعام، ۱۹۵۷ء میں طبیعات کی بہترین خدمات انجام دینے پر کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے ہوپکن ایوارڈ، رائل سوسائٹی کی جانب سے ہیوگز میڈل، اوپن ہائمر میموریل اعزاز اور آدم اعزاز قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان شاندار اعزازات کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلیں سلام کو سٹیفن وائی برگ کے ہمراہ ایک ایسے سائنسدان کے روپ میں ہمیشہ یاد رکھیں گی جنہوں نے ان مختلف بنیادی قوتوں کو متحد کرنے کا نظریہ پیش کیا جو کائنات پر حکمرانی کر رہی ہیں۔

دنیائے سائنس نے سلام کے حضور بیش بہا اعزازات، انعامات، سیمینارز اور تقریبات پیش کر کے گویا حق نمک ادا کر دیا ہے بلکہ اپنا بدلہ بھی اتار دیا ہے جس کے وہ یقیناً مستحق تھے لیکن سلام کو ان کے اپنے وطن نے کیا دیا؟

جس زمانے میں جنرل ایوب خان پاکستان پر حکومت کر رہے تھے تو اس زمانے میں سلام حکومت میں اچھا خاصا اثر رسوخ رکھتے تھے۔ صدر پاکستان کے مرکزی سائنسی مشیر ہونے کی حیثیت سے انہوں نے سائنس دانوں کی ترقی و تربیت کے کئی پروگرام ترتیب دیئے جن میں پنسٹک اور سپارکو جیسے شاندار اداروں کی تعمیر بھی شامل ہے۔ پنسٹک میں آج نوجوان سائنس دان تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں اور اسی طرح سپارکو بھی خلا میں مصروف عمل ہے۔ سلام کا حکومت میں اثر و رسوخ یحیٰ خان اور پھر بھٹو حکومت کے ابتدائی دنوں میں بھی برقرار رہا۔

۱۹۷۴ء کا سال ڈاکٹر سلام کی زندگی میں ایک نئے موڑ کا باعث بنا۔ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے ایک فیصلے کے مطابق احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار کر دیا گیا۔ سلام کیونکہ کٹر احمدی تھے اس لئے انہوں نے صدر کے مرکزی سائنسی مشیر کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اگرچہ ذوالفقار علی بھٹو کی درخواست پر وہ وقتاً فوقتاً پاکستانی حکومت کی ہر ممکن مدد کرتے رہے لیکن بھٹو حکومت میں ان کی شرکت عملی سے زیادہ رسمی ہی رہی۔ ۱۹۷۹ء میں جنرل ضیاء نے سلام کا بحیثیت سرکاری مہمان استقبال کیا اور انہیں نشان امتیاز عطا کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ سلام کو نہایت ہوشیاری کے ساتھ بنیادی سائنسی مسائل سے دور رکھا گیا۔ جنرل ضیاء کے بعد جب بے نظیر بھٹو برسر اقتدار آئیں تو ان کی روشن خیالی کی وجہ سے توقع تھی کہ وہ سلام کی مناسب پذیرائی کریں گی اور انہیں پاکستان میں کام کرنے کا موقع دیں گی لیکن جب سلام نے ان سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو خلاف توقع بے نظیر نے ملنے سے انکار کر دیا۔ بے نظیر کے بعد جب نواز شریف نے عنان حکومت سنبھالی تو وہ سب حاکموں سے بازی لے گئے۔ جب دو سال

قبل گورنمنٹ کالج لاہور میں منعقد ایک تقریب میں ان اشخاص کی فہرست پڑھتے ہوئے وہ مکمل طور پر ڈاکٹر سلام کو نظر انداز کر گئے جنہوں نے اپنے اپنے شعبہ ہائے زندگی میں کارنامے انجام دیئے تھے۔ حالانکہ سلام کا نام سب سے اوپر ہونا چاہیئے تھا۔ اسی لئے پاکستان کے لوگوں کی اکثریت یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ آخر حکومت پاکستان کے حکمران اور سیاسی رہنما اپنے عظیم پاکستانی سائنس دان کے ساتھ سردمہری و بے حسی کا سلوک کیوں کر رہے ہیں جنہوں نے دنیا کے علمی میدان میں پاکستان کا نام بلند کیا ہے لیکن شاید اس سوال کا جواب بھی ہم سب کے سامنے اظہر من الشمس ہے۔ ہمارے مذہبی عناصر عرصہ دراز سے ایک گروہ کی شکل میں اکٹھے ہو کر ڈاکٹر سلام کو زبردست تنقید کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں کیونکہ وہ احمدی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان مذہبی عناصر میں جماعت اسلامی سب سے آگے ہے۔

مثال کے طور پر جب ۱۹۷۹ء میں ڈاکٹر سلام نے جنرل ضیاء کی دعوت پر اسلام آباد کا رخ کیا تو قائد اعظم یونیورسٹی کے شعبہ طبیعات نے انہیں یونیورسٹی مدعو کرنے کا پروگرام بنایا تاکہ وہ اس نظریے پر مقالہ پیش کر سکیں جس کی بناء پر انہیں نوبل انعام دیا گیا لیکن جب اسلامی جمعیت طلباء کو اس پروگرام کی اطلاع ملی تو انہوں نے انتظامیہ کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں کہ اگر ڈاکٹر سلام یونیورسٹی آئے تو انہیں سنگین نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ یوں یونیورسٹی انتظامیہ ڈاکٹر سلام کو مدعو کرنے کی بھی دعوت نہ دے سکی۔ ڈاکٹر سلام کے خلاف چلائی جانے والی مہم کی ایک اور مثال تکبیر کا وہ مضمون ہے جس میں ڈاکٹر سلام کو پاکستان کے ایٹمی راز بیرون ملک فروخت کرنے کا الزام لگایا گیا ہے۔ وہ مضمون انتہائی نامہذب مغلظات اور توہین آمیز جملوں پر مشتمل تھا اور اس مضمون کی عجیب و غریب تخیل کا آئینہ دار تھا۔

اسی لئے آج پاکستانی باشندوں کی اکثریت جو سلام سے محبت کرتی ہے۔ ان کے کارناموں کو سراہتی ہے مذہبی انتہا پسندوں کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے خوف سے خاموش رہنے کو ترجیح دیتی ہے۔ اس صورت حال میں جب ہم اپنے روایتی حریف بھارت کی طرف نظریں دوڑاتے ہیں تو وہاں صورت حال یکسر مختلف نظر آتی ہے کیونکہ وہاں اب بیسیوں سائنسی و تعلیمی ادارے قائم ہیں جن کے نام شاہ رامن بوس اور بھابھا جیسی شخصیات کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ لیکن شاید پاکستان کے پاس ایسا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے جس کا نام سلام جیسے پاکستانی سپوت کے نام پر رکھا جا سکے۔ لیکن ہمیں زیادہ افسوس اس وقت ہوتا ہے

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پاکستان کے نوجوان خصوصاً نوخیز نسل اپنے اس ہیرو کے نام سے بھی ناواقف ہے۔ ان کی درسی کتب میں سلام کا نام عنقا ہے۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی سلام کا نام حرام قرار دیا جا چکا ہے حالانکہ ان دونوں نشریاتی اداروں سے دن رات ایسے لوگوں کا چرچا ہوتا رہتا ہے جو سلام سے کہیں نچلے درجے کا مقام رکھتے ہیں۔ بالفرض سلام اگر بھارت میں پیدا ہوئے ہوتے تو کیا ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوتا جیسا ان کے اپنے وطن والے کر رہے ہیں۔ بھارت میں یقیناً انہیں ویسی ہی عزت و توقیر سے نوازا جاتا جیسی وہاں ان کے ہمعصروں کو حاصل ہے۔

لیکن میں یہ سوچ کر پریشان و حیران ہو جاتا ہوں کہ ان تمام باتوں کے باوجود آخر سلام ابھی تک کیوں مسلسل پاکستان سے اظہار محبت کئے جا رہے ہیں؟ کیا وہ محض ضد میں آکر پاکستان سے اپنی محبتوں کا اظہار کرتے ہیں؟ یا ہو سکتا ہے کہ ابتدائی برسوں میں ان کے ذہن میں ایسی یادیں نقش ہو گئی ہوں جن سے وہ پیچھا نہ چھڑا سکتے ہوں؟

بہرحال جیسی بھی وجوہات ہوں ایک بات بہت نمایاں ہے کہ سلام پاکستان سے نہایت گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کے مرکز برائے طبیعات میں ہمیشہ ہر معاملے میں پاکستانیوں کو ترجیح دی جاتی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات تو دوسرے مندوبین کو نظر انداز کر کے پاکستانیوں کے مسائل حل کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح پاکستانی نہایت آسانی کے ساتھ ڈائریکٹر سے بھی بات چیت کر سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ تمام باتیں اصول کے خلاف ہیں لیکن یہ ایک نمونہ ہے جو سلام کی اپنے وطن اور اپنے ہم وطنوں سے گہری محبت کا اظہار کرتا ہے۔

لیکن اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ سلام پچھلے کئی برسوں سے خاموشی کے ساتھ اپنے نوبل انعام کی رقم کے ذریعے ان مستحق طلباء کی امداد کر رہے ہیں جو سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسی رقم سے سات پاکستانی کالجوں کے لئے سائنسی آلات بھی خریدے گئے ہیں جن سے اب پاکستانی طلباء مستفید ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہر سال پاکستانی سائنس دانوں کو سائنسی تحقیق کے شعبے میں ایک انعام سے نوازا جاتا ہے جس کی رقم ڈاکٹر سلام ادا کرتے ہیں۔

زندگی کے طویل و پرخار سفر اور اب اس نقاہت طاری کر دینے والی بیماری نے اپنے وطن سے وابستگی کے اظہار میں سلام کو پہلے سے کہیں زیادہ حساس بنا دیا ہے۔ بدقسمتی یا خوش قسمتی سے اپنے وطن کے ساتھ سلام کی وابستگی کا میں عینی شاہد ہوں۔

ٹریسٹ کالج میں منعقد ہونے والی تقریب کے تیسرے دن پیٹرز برگ یونیورسٹی کی جانب سے ڈاکٹر سلام کو ایک اعزازی ڈاکٹریٹ کی ڈگری پیش کی گئی تھی۔ اس وقت ٹریسٹ کانفرنس ہال پوری دنیا سے آئے ہوئے معمر و نوجوان سائنس دانوں سے پر تھا۔ ڈاکٹر سلام کے ساتھ نوبل انعام یافتہ سائنس دان سی یانگ اور جے شریفر بھی براجمان تھے جب کہ دوسری جانب یونیورسٹی کے وائس چانسلر تشریف فرما تھے۔ ڈاکٹر سلام اپنی پہیے دار کرسی میں بیٹھے خاموشی کے ساتھ تقریریں سنتے رہے۔ انہوں نے خود کلام کرنے میں کسی جوش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ تقریب کی آخری رسوم کے بعد بین الاقوامی سائنس دانوں نے ڈاکٹر سلام کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور نہایت نظم وضبط و سکون سے قطار میں کھڑے ہو کر ایک کے بعد ایک کر کے ڈاکٹر سلام کو اپنا ہدیہ تبریک پیش کرنے لگے۔ میں بھی اس کارروائی کو خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جب میری باری آئی میں ایک دم پریشان سے نروس سے پاکستانی نوجوان کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ جو اس عظیم الشان مرکز میں ایک مہمان کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا ''سر میں ایک پاکستانی طالب علم ہوں۔ ہم سب پاکستانی آپ پر بے پناہ فخر محسوس کرتے ہیں''۔ انہوں نے جواب میں چند الفاظ کہے جنہیں میں ہال سے اٹھتے ہوئے شور کی وجہ سے نہیں سن سکا لیکن وہ الفاظ ادا کرتے ہی ڈاکٹر سلام کی حالت متغیر ہو گئی۔ ان کے کاندھے آہستگی سے لرزے اور ان کے چہرے پر آنسو سنہرے موتیوں کی مانند نمودار ہونے لگے۔ اسی لمحے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے نہایت گہری اداسی کے بادلوں نے میرے وجود کا حصار کر رکھا ہے۔ بد قسمتی سے قدرت ڈاکٹر سلام کے لئے نہایت بے رحم ثابت ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ صرف قدرت ہی کو مورد الزام ٹھہرانا درست نہیں ہے کیونکہ وہ سزا اور جزا دونوں صورتوں میں اندھی ہوتی ہے۔ لیکن شاید پاکستانیوں کے اس سلوک کو نظر انداز کرنا بہت مشکل ہے جو وہ اپنے اس عظیم سپوت کے ساتھ کر رہے ہیں۔

(بشکریہ سائنس میگزین۔ اکتوبر ۹۴ء)

''خدام الاحمدیہ جیسی جماعت کا وجود ایک نہایت ہی اور اہم کام ہے اور نوجوان کی درستی اور اصلاح اور ان کا نیک کاموں میں تسلسل ایک ایسی بات ہے جسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا''۔

(الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۹ء)

تطہیرِ بائبل پر ایک نظر

(مقالہ نگار: محترم شیخ عبدالقادر صاحب)

"بیسویں صدی کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس نے مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اذہان عالم کو بھی جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا ہے اور آج ذی فہم لوگ تحقیق و تفتیش میں سرگرداں نظر آرہے ہیں اور اس سلسلے میں مذہبی اداروں نے بھی کروٹ بدلی ہے کہ وہ عامۃ الناس کی روحانی زندگی کو ان خطوط پر استوار کرنے کی سعی کر رہے ہیں جس سے بہت سے غلط عقائد کی نشان دہی اور قلع قمع کرنے کی امید سامنے آرہی ہے اور اس تحریک میں ورلڈ کونسل و چرچ سب سے زیادہ مبارکباد کی حقدار ہے جو محنت شاقہ سے کتاب مقدس کو ان تمام آلائشوں سے پاک کر رہی ہے جو دشمن عناصر نے اس میں ٹھونس دیئے تھے۔

میں ان ذی فہم اصحاب اور پاکستان میں ترجمہ کرنے والی کمیٹیوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس سلسلہ میں میری کاوش کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کیونکہ نعمتیں طرح طرح کی ہیں لیکن روح ایک ہے۔ قطرہ قطرہ می شود دریا!"

یہ الفاظ "تطہیر بائیبل" کے آخری ورق کے ہیں۔ یورپ میں بائیبل پر تنقید کو کئی سال گزر چکے ہیں۔ اسے "تنقید اعلیٰ" کا نام دیا جاتا ہے۔ تنقید اعلیٰ نے اہل کتاب کے عقائد کو نشانہ بنایا بلکہ بائیبل کے متن کی بھی غلطیاں نکالیں۔ صرف نئے عہد نامہ میں کئی سو الفاظ پر مشتمل عبارتیں الحاقی ہیں۔ ان کو اول متن سے خارج کر دیا گیا اور حاشیہ پر باریک ٹائپ میں نقل کر دیا گیا۔ اس نوٹ کے ساتھ کہ بعد کے نسخوں میں یہ آیات متن میں داخل کر دی گئیں۔ اس اقدام سے عیسائی دنیا میں زلزلہ آگیا۔ اس سے ڈر کر اور متاثر ہو کر اگلے ایڈیشن میں خارج شدہ آیات کو دوبارہ متن میں درج کر دیا اور حاشیہ میں نوٹ دے دیا کہ یہ عبارتیں پرانے نسخوں میں معدوم ہیں۔ اس اقدام کے علاوہ ناقدین نے اہل کتاب کے سب عقائد کو نشانہ تنقید بنایا۔

یورپ کے برعکس پاک و ہند میں "تنقید اعلیٰ" کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ کچھ عرصہ پہلے

پاکستان میں ایک سوسائٹی بنائی گئی۔ اس نے فیتھ پبلشرز کے نام سے تنقید کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ اس سلسلہ میں پہلی کتاب کا نام "تطہیرِ بائیبل" ہے۔ یہ ایک عیسائی عالم اعجاز چودھری کی تصنیف ہے۔ آپ مرے کالج سیالکوٹ کے فارغ التحصیل ہیں۔ بہت سادہ اور اعلیٰ اردو لکھتے ہیں۔ ان کی کتاب پر اس تحریک کے رکن ایم جان اینجلس نے حرف اول لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:۔

"ہم آج ہدایت کرنے والوں کے ایک ایسے جم غفیر میں پھنسے ہوئے ہیں جنھوں نے ہماری ذہنی قوتوں کو کچل کر محض اداکار بنادیا ہے اور آج ہم کٹھ پتلیوں کی طرح ویٹکن کے ارشادات اور ویسٹ منسٹر کے اعتقادات پر ناچتے پھر رہے ہیں اور ہماری تاریں مذہب کے لبادے میں لپٹے ہوئے بت پرستوں اور متعصب یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ جو ہمیں جس طرح چاہتے ہیں جنبش دیتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں روک لیتے ہیں اور اس طرح سے ہمارے ذہنوں میں ایک ایسا جمود پیدا ہوتا جارہا ہے جو ہمیں اپنے اس مرکز سے دور لئے جارہا ہے جس کی بشارت ایک پاکیزہ کنواری حضرت مریم کو دی گئی تھی۔ اس لئے زیر نظر کتاب میں ہم نے اس مرکز کو جانے والے پرپیچ راستوں کو ہموار کرنے کی کوشش کی ہے جن کی نوکیلی چٹانیں راہگیروں کے دامن میں اٹک جاتی تھیں۔

یوں تو علم الٰہیات کے ماہروں، مفسروں اور مسیحی فلاسفروں نے اس کار خیر میں بہت محنت کی ہے لیکن صراط مستقیم کا تعین کرنے کی بجائے مزید الجھاؤ پیدا کر دیئے ہیں کہ یہ عامۃ الناس کا دین فلسفے کا فارمولا بن کر رہ گیا ہے اور حقیقتوں کو اجاگر کرنے کی بجائے اپنے اذہان کی پیداوار کو اس خوبصورتی سے اس میں ملا دیا ہے کہ آج کھوٹے کھرے کو علیحدہ کرنا بذات خود ایک فلسفیانہ مسئلہ بن گیا ہے۔ لیکن ہم نے اس کتاب میں تھیالوجی کے مسائل اور تحقیق سے قطع نظر صرف بائیبل کے متن کا ایمانداری سے بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اور ہر قسم کی پیدا شدہ الجھنوں کی تردید و تائید متن ہی سے کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ایک سیدھا سادا مسیحی اپنے ایمان میں مضبوط اور مستحکم ہوسکے"۔

(تطہیر بائیبل صفحہ ۱-۶)

بعد کے حالات سے ظاہر ہے کہ اس تحریک کو پذیرائی نہیں ہوئی اور لوگ بدستور عیسائی نظریات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تطہیر بائیبل میں ہے کہ:۔

۱۔ "بائیبل میں الہام بھی ہے، انسانی کلام بھی ہے۔ لوط کا شرمناک قصہ ہی لیجئے۔ اس داستان سے یوں معلوم ہوتا ہے (جیسے یہ کہانیاں) اسرائیلی کاہنوں نے موآبی اور عمونی نسلوں کو ذلیل کرنے کے لئے بطور سند اس مجموعہ میں داخل کر دی ہیں"۔ (تطہیر

بائیبل صفحہ ۶۴)

۲۔ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے آدم سے پہلے بھی مخلوق موجود تھی۔ (وہ کیا موروثی گناہ سے جو کفارہ کی بنیاد ہے بَری تھی؟)

بائیبل کی رو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آدم سے قبل زمین پر ایک دوسری نسل کا وجود تھا۔ (صفحہ ۳۴)

لیکن جہاں تک بائیبل کی تحریر کا تجزیہ درکار ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آدم سے قبل بھی نسل انسانی تھی۔ (صفحہ ۳۶)

۳۔ سارہ کے قصہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں عقل یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی ہے کہ ایک بادشاہ نوے سال کی بڑھیا پر فریفتہ ہو جائے۔ (ص ۴۷)

۴۔ اسحاق یعقوب کے دھوکے میں آگیا اور دھوکہ دہی سے نبوت لے اڑا۔ یہ بات کتنی مضحکہ خیز سی ہو جاتی ہے کہ روح القدس سے معمور برگزیدہ اور راستباز نبی اپنے بیٹے سے چکر کھا جاتا ہے۔ نبی تو ایسی ہستی ہوتا ہے جس کا باطن روشن اور روحانی آنکھیں پر نور ہوتی ہیں"۔ (ص ۷۶-۷۵)

۵۔ صلحاء پر الزامات کو دیکھ کر ہم بائیبل کی تقدیس پر ایسے واقعات کی روشنی میں ضرور جھینپ جاتے ہیں۔ خدا کا کلام ایک ایسی عالمگیر تحریر ہوتا ہے جو باپ، بیٹا، بیٹی، ماں سب اکٹھے بیٹھ کر مطالعہ کرنے کے حقدار ہوتے ہیں لیکن ایسے واقعات جو یہواہ اور لوط کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں اس ایڈوانس دور میں بھی ایک بیٹی اپنے باپ یا بھائی کے سامنے بیٹھ کر باآواز بلند مطالعہ نہیں کر سکتی۔ (ص ۸۰)

۶۔ قرآن کہتا ہے کہ مریم اور مسیح آل عمران سے تھی جس کو اپنے دور میں سب جہانوں پر فضیلت حاصل تھی۔ اس کے برعکس آپ متی کی انجیل دیکھیں تو مسیح کے آباء و اجداد میں فارص کا نام بڑی کلیدی حیثیت سے آپ کو لکھا ہوا نظر آئے گا جو کہ یعقوب کے بیٹے یہوداہ کا بیٹا تھا۔ نسل بھی اس کی شرعی بیویوں سے نہیں بلکہ بہو کی ہے۔ جس نے زناکاری کر کے اپنے خدا کے خون سے دو بچوں کو یعنی فارص اور زارح کو جنم دیا تھا۔ یہ اعتراف ہمارے سر کو ندامت سے جھکا دیتا ہے۔ (ص ۷۹-۸۰)

۷۔ "تطہیر بائیبل" میں برملا اعلان کیا گیا کہ مسیح ایک انسان تھا۔ خدا کا نبی تھا۔ خدا تین نہیں ہیں۔ مسیح کسی تثلیث کا رکن نہیں۔ موروثی گناہ اور کفارہ غلط عقائد ہیں۔ اگر مسیح فی الحقیقت خدا تھا تو اس کا خدا کی داہنی طرف بیٹھنا چہ معنی دارد۔ کیونکہ قطرہ جب سمندر میں گرتا ہے تو وہ بھی سمندر ہو جاتا ہے۔ (ص ۱۳۵)

ہم بائیبل کے طالب علموں سے ایک بات

پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر سب چیزیں مسیح کے وسیلہ سے پیدا ہوئی ہیں تو انسان کی تخلیق سے قبل جو چھ دنوں کی کاریگری ہے اس میں خداوند تعالیٰ نے (اقانیم ثلاثہ کے لئے) "ہم" کا لفظ کیوں استعمال نہیں کیا؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ اگر خدا تین اقانیم کا مجموعہ ہے تو وہ زمین آسمان، جانداروں اور روشنی وغیرہ کی تخلیق کے وقت اس لفظ کو استعمال میں لاتا۔ (ص ۹۱)

اختتام

فلسفہ اور منطق سے تو ہم جس کو چاہیں ثابت کرسکتے ہیں۔ مسیح کی برگزیدگی اور پاکیزگی تو اظہر من الشمس ہے۔ ہم خیالات کے بحران میں کسی سائنسدان کو بھی خدا ثابت کرسکتے ہیں۔ لیکن جوانمردی کا تقاضا یہی ہے کہ حقائق کا خون نہ ہونے پائے۔ ہم نے مسیح کو نبی ثابت کیا ہے تو اس میں کسی تعصب یا کوتاہ نظری کا دخل نہیں بلکہ ملت مسیحی کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کرنے کی فکر ہے کیونکہ قوموں کا وجود ہمیشہ اپنے رہنماؤں کے نقش قدم پر چلنے سے قائم رہتا ہے۔ اگر ہمارا راہنما ہی خدا ہو تو بھلا ہم خاکی انسان اس کے نقش قدم پر کیسے چل سکتے ہیں۔ اس لئے خدا بھی انسانوں میں انسان تلاش کرتا ہے جس کو وہ اپنے سماوی نظام کے تحت تربیت دے کر دوسروں کے لئے قابل تقلید بناتا ہے۔ کیونکہ:-

کند باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

حرف آخر

چونکہ "تطہیرِ بائیبل" کا موقف یہ ہے کہ حضرت مسیح خدا کے نبی ہیں اس لئے ان کے خیال میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی پیشگوئی کے وہ مصداق ہیں یعنی خدا تمہارے بھائیوں میں میری مانند ایک نبی مبعوث کرے گا۔

اس کے جواب میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ حضرت مسیح نے خود فرمایا کہ خدا کی مکمل باتوں کی ابھی تم میں برداشت نہیں اس لئے میرے بعد "روحِ حق" آئے گا۔ تورات میں ہے کہ شریعت کی کامل تجلی کے تم متحمل نہیں ہوسکتے۔ اس لئے "تمہارے بھائیوں" میں نبی آئے گا۔

اعمال میں مقدس پطرس کا وعظ درج ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں نبی حضرت مسیح کے جانے اور ان کی بعثت ثانیہ سے پہلے آئے گا۔ (اعمال ۲/۲۲)

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح بنی اسرائیل کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے۔ اس لئے وہ ان کے بھائی نہیں تھے۔ قرن اول کی عیسائی نظموں میں بھی حضرت مسیح کہتے ہیں کہ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔

"خالد" کا سفر

(مُدیر کے قلم سے)

شمارہ نمبر ۱۔ نومبر ۵۵ء

"مجلس خدام الاحمدیہ کی تحریک اور اس کے اغراض و مقاصد" از قلم امین اللہ خان صاحب سالک، صفحہ ۹۔ مکرم غلام باری صاحب سیف کا مضمون "مذہب کی افادی حیثیت" صفحہ ۱۳۔ حضرت مصلح موعود کا خطاب برموقعہ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۷ نومبر ۵۴ء صفحہ ۱۷ تا صفحہ ۲۲ - "جادوگروں کا ملک" کے عنوان سے مغربی افریقہ کے دلچسپ حالات صفحہ ۲۳ پر مکرم چودھری مبارک احمد ساقی صاحب کے قلم سے، مکرم ظفر احمد صاحب "تہذیب حجازی مغربیت کی زد میں" صفحہ ۲۵۔ "ادب سے انتفاع" صفحہ ۲۸ پر از مکرم محمد احمد صاحب۔ "مجدّدین امّت" صفحہ ۳۳ پر از قلم مکرم محمد اسحاق صاحب خلیل۔ صفحہ ۴۴ پر اسلام پر اعتراضات کے جوابات کے عنوان سے "حجر اسود اور سکھ وِدوان" از قلم جناب گیانی عباداللہ۔ "مسلمان اندلس میں" مکرم محمد اشرف صاحب ناصر کے قلم سے صفحہ ۴۶ پر۔ سیلاب کے موقعہ پر مجلس خدام الاحمدیہ کی خدمات پریس کے حوالہ سے صفحہ ۵۴ پر۔ اس کے علاوہ بچوں کے صفحات اور خدام کا کالم ہے۔

منظومات کے حوالہ سے امین اللہ خان سالک صاحب، عبدالسلام اختر صاحب ایم۔اے، اختر صاحب گوبندپوری، عبدالمنان ناہید صاحب، چوہدری شبیر احمد صاحب، محمد ابراہیم صاحب شاد، عبدالسلام ظافر صاحب اور عبدالحکیم اکمل صاحب کا کلام ہے۔

اس کے علاوہ چھ صفحات کی تصاویر ہیں۔ (حضرت مصلح موعود کے دورۂ یورپ کی)

۴۰ صفحات کا الگ ضمیمہ شائع ہوا ہے جس میں سال ۵۴ء۔ ۱۹۵۵ء میں خدام الاحمدیہ کی کارگزاری "سالانہ رپورٹ" کے نام سے ہے۔

شمارہ نمبر ۲- دسمبر ۵۵ء

یہ شمارہ پاکٹ سائز میں شائع ہوا ہے اور اس میں صرف "مشعل راہ" (مجلس خدام الاحمدیہ سے تعلق رکھنے والے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات) کے اقتباسات شائع ہوئے ہیں۔

شمارہ نمبر ۳- جنوری ۵۶ء

صفحہ ۴ اور صفحہ ۵ پر حضرت امام جماعت احمدیہ کا روح پرور پیغام "نوجوانان احمدیت کے نام" شائع ہوا ہے۔ اس کو ہم دوبارہ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

زلزلہ کوئٹہ اور سیلاب میں مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی خدمات صفحہ ۹ تا صفحہ ۶۲ پر، مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ مکرم محمد احمد صاحب کا مضمون صفحہ ۶۴ پر بعنوان "خدمت خلق"۔ صفحہ ۶۸ پر مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی قرارداد تعزیت ہے۔

شمارہ نمبر ۴- فروری ۵۶ء

"علم تاریخ اور اس کی اہمیت" صفحہ ۵ پر از قلم مکرم شیخ رشید احمد صاحب اسحاق۔ "مسلمان اندلس میں" کی دوسری قسط از قلم محمد اشرف ناصر صاحب صفحہ ۷ پر۔ صفحہ ۱۱ پر مکرم چودھری محمد طفیل منیر صاحب کا مضمون بعنوان "امامت قریش"۔ صفحہ ۱۳ پر "ایکس ریز" کے عنوان سے عبدالمتین خان صاحب کا مضمون۔ صفحہ ۲۱ پر مکرم برکت اللہ ہوشیار پوری صاحب اپنے قبول احمدیت کی روداد بیان کرتے ہیں۔ صفحہ ۲۲ پر "حجر اسود اور سکھ وددوان" کی دوسری قسط۔ اسی طرح بچوں کے صفحات اور خدام کا کالم ہے۔ صفحہ ۳۵ پر ۱۹۵۵ء کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ہونے والی مجلس شوریٰ کی رپورٹ (تجاویز اور فیصلہ جات) ہے۔

منظومات میں مکرم اختر گوبند پوری صاحب کی نظم "مقام محمود" کے عنوان سے ہے۔ صفحہ ۱۰ پر مکرم نسیم سیفی صاحب کا کلام ہے۔ اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو:-

تمہارے در سے اٹھا کے جبینِ شوق و نیاز
عجیب طرح یہ دل خانماں خراب ہوا

اور صفحہ ۲۷ پر محمد افضل صاحب ترکی، صفحہ ۱۴ پر مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد، صفحہ ۲۰ پر مکرم علی محمد صاحب سرور کا کلام ہے اور صفحہ ۲۴ پر مکرم امین اللہ خان صاحب سالک نے مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی یاد میں نظم لکھی ہے۔

شمارہ نمبر ۵۔ مارچ ۱۹۵۶ء

صفحہ ۷ پر ابن فضل چنگوی صاحب تعلیم الاسلام کالج میں آل پاکستان مباحثہ کی روداد سنا رہے ہیں۔ صفحہ ۸ پر محمد اشرف صاحب ناصر کا مضمون "مسلمان اندلس میں" (تیسری قسط)۔ صفحہ ۱۰ پر "نظم اور گیت" کے عنوان سے حمید قریشی صاحب کا مضمون ہے۔ صفحہ ۱۲ پر گیانی واحد حسین صاحب کے مضمون "برطانوی عہد حکومت کا پس منظر اور ہندوستانی اقوام" کی آٹھویں قسط ہے۔ "حجر اسود اور سکھ ودوان" کی تیسری قسط صفحہ ۱۹ پر۔ "امامت قریش" کی دوسری قسط صفحہ ۲۱ پر۔ باقی کچھ صفحات پر خدام الاحمدیہ کا کالم، اس کی مساعی اور بچوں کے صفحات ہیں۔ منظوم کلام میں مکرم نسیم سیفی صاحب کا کلام ہے۔

اور مکرم مولوی ظفر محمد صاحب ظفر حضرت مصلح موعود کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

دیر سے آیا ہے تُو اور دور سے آیا ہے تُو
یعنی اک نورِ ازل کے نور سے آیا ہے تُو

اسی طرح صفحہ ۱۸ پر محمد افضل خان صاحب ترکی کا کلام بھی شائع ہوا ہے۔

شمارہ نمبر ۶، ۷۔ اپریل، مئی ۱۹۵۶ء

یہ "مسیح موعود نمبر" ہے۔ اس خاص شمارہ میں حضرت مسیح موعود... کی خود نوشت سوانح حیات صفحہ ۶ پر ہے، حضرت مسیح موعود.... کی زندگی کا مختصر خاکہ۔ صفحہ ۱۳ پر حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کے قلم مبارک سے لکھی ہوئی "حضرت مسیح موعود... کے اخلاق کاملہ کی ایک جھلک"۔ صفحہ ۱۵ پر مولانا محمد شریف صاحب کا مضمون "حضرت مسیح موعود... کے ذریعہ غلبۂ ......(دین حق) کے روح افزا نظارے"۔ حضرت مسیح موعود... کو عصر حاضر کے نامور مسلم زعماء کا خراج عقیدت صفحہ ۲۱ پر۔ "سیدنا حضرت مسیح موعود... کا انقلاب انگیز لٹریچر" (کتب حضرت مسیح موعود...) پر ایک طائرانہ نظر" از مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی صفحہ ۲۳ پر۔ "حضرت مسیح موعود.... کے شعری کلام میں خدا تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور قرآن کریم سے عشق" کے عنوان سے اختر گوبند پوری صاحب کا مضمون صفحہ ۳۳ پر۔ مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی کا مضمون بعنوان "حضرت سلطان القلم کے مایۂ ناز اہل قلم شاگرد" صفحہ ۳۷ پر۔ "حضرت مسیح موعود.... کے ہمعصر ادباء کا اسلوب بیان" از قلم امین اللہ خان سالک صاحب صفحہ ۴۲ پر۔ "حضرت مسیح موعود.... کے بعض غیر مسلم نقاد" کے عنوان سے مکرم گیانی عباد اللہ صاحب کا

مضمون صفحہ ۴۴ پر۔ مکرم خورشید احمد صاحب سیالکوٹی کا مضمون "امام عصر کے پیش کردہ علم کلام کے متعلق چند تنقیدی زاویے جدید اسلامی لٹریچر کی روشنی میں" صفحہ ۴۸ پر۔ "حضرت مسیح موعود..... کا ایک تابندہ نشان۔ مصلح موعود" از قلم مکرم حمید قریشی صاحب صفحہ ۵۳ پر۔ عدن کے ایک ذی وجاہت خاندان کے فرد مکرم محمود عبداللہ الشیوطی صاحب کا مضمون "مجھے حضرت مسیح موعود سے کیوں محبت ہے" صفحہ ۵۸ پر۔ اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کی مساعی اور وصایا کے اعلان ہیں۔

منظومات میں "مہدیٔ معہود" کے عنوان سے مکرم عبدالمنان ناہید صاحب کا کلام ہے:-

اہلِ دل کو کاش یہ ناہید سمجھادے کوئی
یہ گھڑی آئی ہے لیکن بار بار آتی نہیں

عبدالسلام ظافر صاحب صفحہ ۱۴ پر "اے مرے ماہِ تمام!" کے عنوان سے حضرت مسیح موعود... کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں:-

تیری تائیدوں میں تھے ارض و سماء صبح و مسا
اے کہ جس کا ہر بیاں ہر قول تھا معجز نما

صفحہ ۱۸ پر مکرم نسیم سیفی صاحب "تبدیلی" کے عنوان سے غزل سرا ہیں۔

یا تو خُم کے خُم پی جانے پر بھی میں باہوش رہا تھا
یا اب ان کی ایک نظر سے بے خود ہو کر جھوم رہا ہوں

صفحہ ۳۲ پر مکرم اختر گوبند پوری صاحب یوں آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:-

دیکھا ہے حقیقت کی نظر نے اسے اختر
انسان کے انداز میں وہ نورِ خدا تھا

صفحہ ۴۰ پر مکرم حافظ غلام محمد عبیداللہ صاحب عابد یوں اظہار عقیدت پیش کرتے ہیں:-

نچھاور کیا کروں قدموں میں تیرے اے مرے ساتھی
فقط اک دل ہی رکھتا ہوں سو حاضر ہے یہ نذرانہ

صفحہ ۴۱ پر مکرم عبدالسلام اختر صاحب کی نظم "آخری زمانے کی آخری جماعت" کے عنوان سے ہے۔ صفحہ ۴۷ پر مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد "امام وقت" کے عنوان سے اظہار خیال کرتے ہیں:-

ہوا ہے جلوہ نما قادیاں کی بستی میں
وہ انتظار تھا جس مردِ باخدا کے لئے

صفحہ ۵۷ پر امین اللہ خان سالک صاحب یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:-

پھر مسیحائے زماں نے آکر
روح پھونکی ہے مسلمانوں میں

کس کے آتے ہی بہار آ پہنچی
پھر خزاں دیدہ گلستانوں میں

صفحہ ۵۹ پر مکرم عبدالحکیم صاحب اکمل "امام کامگار کی آمد" کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

مسیح و مہدیٔ دوراں امامِ کامگار آیا
تھا جس کا منتظر عالم وہ فخرِ روزگار آیا

شمارہ نمبر ۸۔ جون ۵۶ء

"انفرادی اور اجتماعی ترقی کے لئے ایمان علیٰ بصیرت کی اہمیت" از قلم مکرم محمود احمد صاحب، صفحہ ۳ پر۔ "قوت ارادی" از نثار جالپ صاحب صفحہ ۵ پر۔ "برطانوی عہد حکومت کا پس منظر اور ہندوستانی اقوام" قسط نمبر ۹، صفحہ ۹ پر۔ "حضرت مسیح موعود... کے بعض غیر مسلم نقاد" صفحہ ۱۵ پر، دوسری قسط۔ "امامت قریش" صفحہ ۱۷ پر، دوسری قسط۔ صفحہ ۲۱ پر "اسلامی عبادت" از قلم ظفر احمد صاحب۔ صفحہ ۲۳ پر "حضرت مسیح موعود... کے ہم عصر ادباء کا اسلوب بیان" دوسری قسط۔ اس کے علاوہ آپ کا کالم، بچوں کے صفحات ہیں۔

اس کے علاوہ نسیم سیفی صاحب، محمد ابراہیم شاد صاحب، محمد افضل صاحب ترکی کا منظوم کلام اس شمارہ کی زینت میں اضافہ کر رہا ہے۔

شمارہ نمبر ۹۔ جولائی ۵۶ء

صفحہ ۳ پر "سیر عالم" کے عنوان سے سید کمال یوسف صاحب ہیمبرگ (جرمنی) کی سیر کروا رہے ہیں۔ صفحہ ۵ پر فضل الٰہی نوری صاحب کے قلم سے "حضرت ابوبکر صدیقؓ کی علمی فضیلت"۔ صفحہ ۹ پر مکرم مقبول احمد ذبیح صاحب کا مضمون بعنوان "حضرت مسیح پاک نے اپنے متبعین میں کیا تبدیلی پیدا کی"۔ صفحہ ۱۴ پر مکرم گیانی واحد حسین صاحب کے مضمون "برطانوی عہد حکومت کا پس منظر اور ہندوستانی اقوام" کی دسویں قسط۔
منظومات میں محمد افضل صاحب ترکی کی نظم "چودھویں صدی" مکرم قاضی محمد یوسف صاحب احمدی، اور ظفر محمد صاحب ظفر کی نظم "سیاحت کشمیر" کے عنوان سے ہے۔

شمارہ نمبر ۱۰۔ اگست ۵۶ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک اہم پیغام اللہ رکھا نامی شخص کے متعلق۔ "حضرت سلطان القلم کے فیض یافتہ مایہ ناز شاگرد" کے عنوان سے

دوسری قسط صفحہ ۴ پر۔ "آغاز کائنات میں صفت خالقیت کے حیات آفریں جلوے" از قلم چودھری غلام مصطفےٰ صاحب، صفحہ ۷۔ "قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت" از قلم چودھری محمد طفیل خان صاحب منیر، صفحہ ۹۔ "حجر اسود کے متعلق ایک روایت" از قلم گیانی عباداللہ صاحب صفحہ ۱۰۔ "حضرت ابوبکر صدیقؓ کی علمی فضیلت" صفحہ ۱۲، از قلم مکرم فضل الٰہی انوری صاحب۔ صفحہ ۱۴ پر محمد سعید قریشی صاحب کا مضمون "طریقِ خطابت اور اس کے لوازم"۔ صفحہ ۱۶ پر "برطانوی عہد حکومت کا پس منظر....." کی گیارھویں قسط۔ صفحہ ۲۰ پر "سائنس کے عجائبات"۔ اس کے علاوہ مکرم شاہد منصور صاحب کا نعتیہ کلام شائع ہوا ہے۔

شمارہ نمبر ۱۱، ۱۲۔ ستمبر، اکتوبر ۵۶ء

یہ خاص شمارہ "خلافت نمبر" ہے۔ اس میں سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پرشوکت کلام ہے۔ صفحہ ۶ اور صفحہ ۲۴ پر مکرم شیخ عبدالقادر صاحب کا مضمون "حضرت مسیح موعود..... کی واضح پیشگوئیاں"۔ صفحہ ۱۴ پر مکرم قاضی محمد عبداللہ صاحب کا مضمون "حضرت مصلح موعود کا پاکیزہ عہد طفولیت"۔ صفحہ ۱۵ پر مکرم سلطان احمد صاحب پیر کوٹی کا مضمون "مسئلہ خلافت"۔ "اسلامی خلافت کا صحیح نظریہ" از قلم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۲۵۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پرمعارف لیکچر "اسلام میں اختلافات کا آغاز" صفحہ ۳۱ تا صفحہ ۸۸۔ صفحہ ۸۹ پر مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کا مضمون "خوارج کا فتنہ اور ان کے عقائد" صفحہ ۹۳ پر "تازہ خواہی داشتن" کے عنوان سے مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کا مضمون۔ مکرم عبدالرشید صاحب سماٹری کا مضمون "ایک پاکیزہ عہد" صفحہ ۹۶ پر۔ صفحہ ۹۷ پر مکرم محمد نذیر صاحب فاروقی کا مضمون "تاریخ غیر مبائعین کا ایک ورق" صفحہ ۱۰۵ پر۔ "حضرت خلیفۃ المسیح الاول مفسدین کے جواب میں" از قلم چودھری محمد اسحاق صاحب خلیل صفحہ ۱۰۸ پر۔ مکرم اختر گوبند پوری صاحب کا مضمون بعنوان "فتنہ خارجیت اور ہمارا فرض" صفحہ ۱۱۰ پر۔ مکرم ابوالبشارت عبدالغفور صاحب کا مضمون "خطبہ الہامیہ میں خلافت" صفحہ ۱۱۳ پر۔ "اسلام کی عالمگیر روحانی حکومت کی تعبیر" از قلم مکرم بشارت احمد صاحب بشیر اور صفحہ ۱۳۱ پر "مجھے سیدنا محمود سے کیوں محبت ہے"۔

منظومات میں ثاقب زیروی صاحب، عبدالمنان ناہید صاحب، قیس مینائی صاحب، اختر گوبند پوری صاحب، قاضی محمد ظہورالدین اکمل

بقیہ صفحہ ۳۴ پر

تبصرہ و تعارف

"ماسٹر کی ٹو انگلش گرامر اینڈ ٹرانسلیشن"

استاذی المکرم پروفیسر راجا نصراللہ خان صاحب نے پنجاب سے ایم اے اور بی ایڈ کیا، اور انگلستان سے ڈپلومہ ان فونٹیکس اور وہیں سے ڈپلومہ ان جرنلزم کیا۔ آپ پاکستان انگلستان اور بلاد عربیہ میں انگریزی زبان کی تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ اسی تجربہ اور وسیع تر معلومات کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ نے خصوصاً پاکستان کے طلباء کیلئے انگریزی گرامر کی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نظر ثانی شدہ نیا ایڈیشن اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر اور یہ بھی کہ اس کو مرتب کرنے والے مکرم و محترم پروفیسر راجا نصراللہ خان صاحب میرے استاد رہ چکے ہیں۔ اور مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ جامعہ احمدیہ میں ان سے ایک سال ہم نے بھی انگلش پڑھی اور سیکھی اور میرے لئے یہ پہلے استاد تھے جنھوں نے انگریزی کے "ہوّے" کو ختم کیا اور ایسی آسانی اور خوبصورتی سے پڑھایا کہ انگریزی سے اجنبیت اور "وحشت" کو مانوسیت اور محبت میں تبدیل کر دیا۔ اور آپ کا یہ احسان اور وہ پڑھائی ہوئی گرامر کبھی نہیں بھولے گی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

آپ کا وہی ماہرانہ انداز بیان تدریس اس کتاب میں بخوبی جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ آپ کی یہ کتاب "ماسٹر کی ٹو انگلش گرامر اینڈ ٹرانسلیشن" ہر اس شخص کے لئے مفید ہوگی جو انگریزی زبان کو سیکھنا چاہتا ہے یا اس کو بہتر بنانا چاہتا ہے۔ اس کتاب کے ۱۳۰ صفحات ہیں۔ قیمت ۳۰ روپے ہے اور یہ آپ کو افضل برادرز گولبازار ربوہ سے اور فیروز سنز شاہراہ قائد اعظم لاہور سے بھی مل سکتی ہے۔ براہ راست منگوانے کا پتہ یہ ہے۔ افضل برادرز گولبازار ربوہ

بُلانے والا ہے سب سے پیارا

یہ خبر نہایت دُکھ اور افسوس کے ساتھ دی جاتی ہے کہ عزیزہ مکرمہ مصادقہ بشریٰ صاحبہ بنت مکرم مبارک احمد صاحب خالد پبلشر و مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان مؤرخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو اچانک ہارٹ فیل ہونے سے وفات پاگئیں۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

عزیزہ گورنمنٹ نصرت گرلز کالج ربوہ میں ایف ایس سی سیکنڈ ائیر کی ہونہار طالبہ تھیں۔ میٹرک کے امتحان منعقدہ ۹۳ء میں $\frac{764}{850}$ نمبر لیکر ضلع جھنگ میں اوّل و رفیصل آباد بورڈ میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ علاوہ ازیں اکتوبر ۹۴ء میں تعلیمی بورڈ فیصل آباد کے زیر اہتمام سائنسی میلہ کے مقابلہ کیمسٹری میں اوّل اور سائنس فاؤنڈیشن اسلام آباد کے تحت لاہور میں منعقدہ سائنسی نمائش کے مقابلہ مضمون نویسی میں دوسری پوزیشن اور انعامات حاصل کیئے۔

عزیزہ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ ہنس مکھ اور ہر دلعزیز طالبہ تھی۔ وفات کی خبر سُن کر کالج میں چھٹی کر دی گئی اور اساتذہ و طالبات کی کثرت اُن کے گھر تعزیت کے لیئے پہنچیں۔ عزیزہ سلسلہ کے کاموں میں بھی پورے اخلاص اور ذوق و شوق سے حصہ لیتی۔

۱۱ر دسمبر کو اُن کا جنازہ بیت المہدی میں پڑھایا اور قبرستان نمبر ۱ میں تدفین کے بعد مکرم سید خالد احمد شاہ صاحب ناظر مال خرچ نے دُعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور اس دردناک سانحہ پر عزیزہ کے والدین اور بہن بھائیوں کو صبرِ جمیل سے نوازے۔ آمین

(مُدیر خالد)

آل ربوہ صنعتی نمائش ۱۹۹۴ء

مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کی سالانہ آل ربوہ صنعتی نمائش ۱۹۹۴ء محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے چار روز جاری رہنے کے بعد کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئی۔ نمائش میں خدام کے ہاتھ کی تیار کردہ اشیاء کافی محنت سے تیار کی گئی تھیں۔ گزشتہ سال کی نسبت ربوہ کے شہریوں نے بہت دلچسپی کے ساتھ نمائش دیکھی۔ امسال کئی ہزار مرد و خواتین نے نمائش دیکھی۔ نمائش میں مختلف اشیاء رکھی گئیں تھیں جن میں پینٹنگز، خطاطی، ماڈلز، لکڑی کی تیار کردہ اشیاء، الیکٹرونکس کی اشیاء اور فوٹوگرافی کے نمونے رکھے گئے تھے۔

نمائش کا افتتاح مؤرخہ ۲۹ ستمبر کو شام ۵ بجے مکرم و محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے دعا کے ساتھ فرمایا۔ اس موقع پر انہوں نے ایک خصوصی انعام دینے کا بھی وعدہ فرمایا جو مکرم نفیس احمد رفیق دارالرحمت وسطی کو بہترین پینٹنگز بنانے پر تقسیم انعامات کے موقع پر دیا گیا۔

نمائش دیکھنے کے لئے مرد اور خواتین کے لئے علیحدہ علیحدہ اوقات مقرر تھے جو صبح ۸ بجے سے رات ۹ بجے تک چاروں دن جاری رہے۔ اس طرح روزانہ ۱۳ گھنٹے نمائش جاری رہی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے نمائش کے اوقات میں نمائش دیکھنے والوں کی کافی گہما گہمی رہی۔ نمائش دیکھنے والوں کے لئے خدام الاحمدیہ نے ایک سٹال بھی لگایا۔

نمائش کا اختتام مؤرخہ ۲ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو رات ۹.۳۰ تقسیم انعامات پر ہوا۔ مکرم و محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ نے انعامات تقسیم کئے۔ اس کے بعد مکرم مولانا صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔ انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) پینٹنگز (PAINTINGS)

اول:۔ مکرم نفیس احمد صاحب رفیق دارالرحمت وسطی

دوم:۔ مکرم عبدالعلی صاحب دارالرحمت وسطی

سوئم: مکرم آصف احمد صاحب دارالرحمت وسطی ربوہ

حوصلہ افزائی: مکرم نثار احمد صاحب

۲۔ ماڈلز (Models)

اول: مکرم محمد یوسف بھٹی صاحب دارالنصر غربی

دوئم: مکرم محمد سلیمان صاحب دارالصدر غربی (لطیف)

سوئم۔ مکرم راجہ منصور احمد صاحب دارالرحمت غربی

حوصلہ افزائی: i۔ مکرم محمد احسن اختر صاحب دارالصدر شرقی

ii۔ مکرم بشارت الرحمن صاحب دارالرحمت غربی

۳۔ الیکٹرونکس (Electronics)

اول: مکرم محمد اعظم شاہد صاحب کوارٹرز تحریک جدید

دوم: مکرم محمد ادریس صاحب مرزا فیکٹری ایریا

سوم: مکرم سید فرخ احمد شاہ صاحب دارالعلوم غربی۔ (خلیل)

حوصلہ افزائی: i۔ مکرم محمد احسن اختر صاحب دارالصدر شرقی

ii۔ مکرم عبدالرؤف صاحب دارالصدر غربی

خصوصی انعام (Special Prize)

(i) خطاطی: مکرم محمد اکبر صاحب جاوید دارالصدر شرقی

(ii) ہینڈی کرافٹ: مکرم عبدالباسط صاحب ناصر آباد ربوہ

(iii) الیکٹرانکس: مکرم محمود اقبال صاحب دارالنصر غربی

(iv) فوٹو گرافی: مکرم فرید یوسف صاحب دارالنصر غربی

تقسیم انعامات کے بعد مکرم مولانا صاحب نے اس پروقار مجلس کا دعا کے ساتھ اختتام فرمایا۔

محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ نمائش بہت کامیاب رہی۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام خدام کو جنہوں نے اس میں حصہ لیا اور تعاون فرمایا، مزید ترقیات سے نوازے اور انہیں شہرت کی بلند چوٹیوں تک پہنچائے۔ آمین ثم آمین

(ممتاز احمد جاوید۔ ناظم اعلیٰ صنعتی نمائش)

بقیہ از صفحہ ۳۰

صاحب، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد، کے کلام اس شمارے کی تاریخی حیثیت میں چار چاند لگا رہے ہیں۔

اس سال کے شماروں کی ادارت کی سعادت بھی مکرم محمد صدیق صاحب کے حصہ میں آئی۔ نائب مدیر مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد رہے۔ اور پرنٹر و پبلشر حسب سابق سید عبدالباسط صاحب تھے۔

"نوجوانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی حالت کو سدھارنے اور دین کی خدمت کے لئے تقویٰ اور سعی سے کام لینے کی طرف توجہ کریں اور اگر آج کوئی جماعت اسے قائم نہ کرے تو تھوڑے عرصہ میں کوئی اس کا نام لیوا بھی باقی نہ رہے گا"۔

(الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۳۹ء)

اخبارِ مجالس

شعبہ خدمت خلق مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام مورخہ ۲۸ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۴ء مانگٹ اونچا ضلع حافظ آباد میں پہلا فری آئی کیمپ منعقد کیا گیا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ الحمدللہ

مورخہ ۲۸ اکتوبر بروز جمعہ ساڑھے نو بجے صبح آئی کیمپ کا افتتاح اجتماعی دعا سے ہوا جو مکرم چوہدری افضل خان صاحب امیر ضلع نے کروائی۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر رشید محمد راشد صاحب، مکرم ڈاکٹر مبشر احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر ناصر احمد صاحب نے ساڑھے بارہ بجے دوپہر تک ۲۹۰ مریضوں کو دیکھا جنہیں طبی مشورہ کے ساتھ ساتھ ادویات بھی فراہم کی گئیں۔ ۳۰ مریضوں کو آپریشن کا مشورہ دیا گیا۔ نماز جمعہ اور نماز عصر کی ادائیگی کے بعد تین بجے سہ پہر ۲۱ مریضوں کو آنکھوں کے آپریشن کے لئے داخل کرلیا گیا۔ جن میں سے ۱۹ غیر از جماعت تھے۔

ساڑھے تین بجے سہ پہر مکرم ڈاکٹر محمد رشید راشد صاحب نے آپریشن شروع کئے۔ ان کی معاونت مکرم ڈاکٹر مبشر احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر ناصر احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے علاوہ مکرم ملک محمد انور ندیم صاحب نے کی۔ پہلی نشست میں شام سات بجے تک ۹ مریضوں کے آپریشن کئے گئے۔ بعد نماز مغرب و عشاء ۸ سے ۱۰ بجے رات تک ۵ مریضوں کے آپریشن کئے گئے۔

اگلے روز ساڑھے نو بجے صبح سے ۲ بجے دوپہر تک ۲۷۶ مریضوں کو طبی مشورہ اور مفت ادویات مہیا کی گئیں اور سات مریضوں کے آپریشن کئے گئے۔ آپریشن کے بعد تمام مریضوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کی جاتی رہی۔ مکرم امیر صاحب ضلع کے خصوصی تعاون سے مریضوں کو کھانا وغیرہ بھی مہیا کیا گیا۔ تیسرے دن آپریشن والے ۱۴ مریضوں کو اور چوتھے دن ۷ مریضوں کو پوری تسلی کرنے کے بعد فارغ کردیا گیا اور ضروری ادویات بھی فراہم کی گئیں۔

مرکزی شعبہ خدمت خلق مجلس خدام الاحمدیہ

پاکستان کے علاوہ مقامی احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن حافظ آباد، قیادت ضلع حافظ آباد اور مجلس ربوہ کے ایک خادم مکرم سمیع صاحب نے اس فری آئی کیمپ کے لئے ادویات فراہم کیں۔ مکرم ایڈمنسٹریٹر صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ نے آپریشنز کے لئے ضروری آلات اور دیگر سامان عاریتاً مہیا کیا۔

مجموعی طور پر اس فری آئی کیمپ میں ۵۶۶ مریضوں کو کسی امتیاز کے بغیر مفت طبی مشورہ اور ادویات فراہم کی گئیں اور ۲۱ مریضوں کی آنکھوں کے مفت آپریشن کئے گئے۔ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کیمپ کا انعقاد بابرکت فرمائے۔ تمام مریضوں کو اپنے فضل سے مکمل شفا عطا فرمائے اور تمام کارکنان کو اجر عظیم سے نوازے اور آئندہ پہلے سے بڑھ کر خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین

(مہتمم خدمت خلق)

محمود آباد (ضلع کراچی)

مجلس محمود آباد کراچی نے ضلعی سپورٹس ریلی میں شرکت کی اور کبڈی کا میچ جیت کر انعام حاصل کیا۔

عزیز آباد (ضلع کراچی)

مجلس عزیز آباد کراچی نے کرکٹ میچ، والی بال میچ منعقد کروائے۔

ڈرگ روڈ (ضلع کراچی)

ماہ نومبر میں مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ نے پکنک کا اہتمام کیا۔ جس میں ۶۰ خدام اور ۲۵ اطفال نے حصہ لیا۔

سلطانپورہ (ضلع لاہور)

قیادت سلطانپورہ لاہور نے ۱۶ ستمبر کو سائیکل سفر کے پروگرام کو عملی شکل دی۔

دارالنور (ضلع فیصل آباد)

مجلس دارالنور فیصل آباد نے گولہ پھینکنا اور کلائی پکڑنے کے مقابلہ جات منعقد کروائے۔

جوڑا (ضلع قصور)

مجلس خدام الاحمدیہ جوڑا نے ۲۹ ستمبر کو ۸۵ کلومیٹر سائیکل سفر کے پروگرام کو کامیاب بنایا۔

(مہتمم صحت جسمانی)

"ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم زیادہ سے زیادہ پیشے اختیار کریں تاکہ ملک کو ترقی حاصل ہو"۔
(الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۵۴ء)

CALENDAR 1995

JANUARY

F	S	S	M	T	W	T
		1	2	3	4	5
6	7	8	9	10	11	12
13	14	15	16	17	18	19
20	21	22	23	24	25	26
27	28	29	30	31		

FEBRUARY

F	S	S	M	T	W	T
					1	2
3	4	5	6	7	8	9
10	11	12	13	14	15	16
17	18	19	20	21	22	23
24	25	26	27	28		

MARCH

F	S	S	M	T	W	T
31					1	2
3	4	5	6	7	8	9
10	11	12	13	14	15	16
17	18	19	20	21	22	23
24	25	26	27	28	29	30

APRIL

F	S	S	M	T	W	T
	1	2	3	4	5	6
7	8	9	10	11	12	13
14	15	16	17	18	19	20
21	22	23	24	25	26	27
28	29	30				

MAY

F	S	S	M	T	W	T
			1	2	3	4
5	6	7	8	9	10	11
12	13	14	15	16	17	18
19	20	21	22	23	24	25
26	27	28	29	30	31	

JUNE

F	S	S	M	T	W	T
30						1
2	3	4	5	6	7	8
9	10	11	12	13	14	15
16	17	18	19	20	21	22
23	24	25	26	27	28	29

JULY

F	S	S	M	T	W	T
	1	2	3	4	5	6
7	8	9	10	11	12	13
14	15	16	17	18	19	20
21	22	23	24	25	26	27
28	29	30	31			

AUGUST

F	S	S	M	T	W	T
				1	2	3
4	5	6	7	8	9	10
11	12	13	14	15	16	17
18	19	20	21	22	23	24
25	26	27	28	29	30	31

SEPTEMBER

F	S	S	M	T	W	T
1	2	3	4	5	6	7
8	9	10	11	12	13	14
15	16	17	18	19	20	21
22	23	24	25	26	27	28
29	30					

OCTOBER

F	S	S	M	T	W	T
		1	2	3	4	5
6	7	8	9	10	11	12
13	14	15	16	17	18	19
20	21	22	23	24	25	26
27	28	29	30	31		

NOVEMBER

F	S	S	M	T	W	T
					1	2
3	4	5	6	7	8	9
10	11	12	13	14	15	16
17	18	19	20	21	22	23
24	25	26	27	28	29	30

DECEMBER

F	S	S	M	T	W	T
1	2	3	4	5	6	7
8	9	10	11	12	13	14
15	16	17	18	19	20	21
22	23	24	25	26	27	28
29	30	31				

Monthly **Khalid** Rabwah

REGD. NO. L5830 | *Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz* | JANUARY 1995